Fikr-o-Nasar (Islamabad) 26:2 (1988)

قدیم عربی شاعری ۔ حقیقت یا افسانہ

ڈاکٹر فؤاد سیزگین
ترجمہ : ڈاکٹر خورشید رضوی

تاریخ علوم پر ڈاکٹر فواد سیزگین کے تین عربی خطبات کا ترجمہ قارئین ,,فکرونظر،، ملاحظہ فرما چکے ہیں (جلد ۲۴، شمارہ ۱، ۲، جلد ۲۶، شمارہ۱) چوتھے خطبے کا ترجمہ پیش خدمت ہے ۔ فاضل موصوف قدیم عربی شاعری کی تدوین کے مسئلے کو صرف شعر کے میدان تک محدود نہیں سمجھتے بلکہ اسلامی ورثے کے مجموعی تناظر میں اس کی اہمیّت کو اجاگر کرتے ہیں ۔

(ادارہ)

قدیم عربی شاعری میں اصل اور نقل کے مسئلے پر بہت سے محققین نے توجہ مبذول کی اور انیسویں اور بیسویں صدی میں کئی ایک مستشرقین نے اسے اپنا موضوع بنایا ۔ بعد ازاں یہ مسئلہ تاریخ ادب کے میدان میں بعض عرب ماہرین کے مابین بھی بحث و اختلاف کا سبب بنا رہا ۔

حقیقت یہ ہے کہ مسئلہ بڑا اہم ہے اور محض جاہلی شاعری یا ـــــ مجموعی طور پر ـــــ محض قدیم عربی شاعری تک محدود نہیں ۔ کیونکہ اس کی تحقیق دراصل تمام عربی اسلامی ورثے کے آغاز تدوین کو علمی سطح پر سمجھنے کی کلید تصور کی جاتی ہے ۔

دستیاب ریکارڈ کے مطابق جرمن مستشرق نلڈکے (Theodor Noldeke) پہلا شخص ہے جس نے یہ قضیہ پیش کیا ۔ اس موضوع پر نلڈکے کے خیالات کی اساس اُسی عام تصور پر قائم ہے کہ عربی ورثے کی تدوین پہلی صدی ھجری کے اواخر میں جا کر ھوئی اور یہ کہ راویان شعر اس شاعری کو جو جاھلیت اور صدر اسلام سے منسوب کی جاتی ہے کسی بھی بدو سے، جو انھیں مل جائے، اخذ کر لیتے تھے ۔ چنانچہ اس طرح ایک ھی قصیدے کی مختلف روایات میں تفاوت پیدا ھو گیا ۔ مزید براں نلڈکے کا خیال ہے کہ یہ شاعری جس قدر ھم تک پہنچی ہے اس کے اکثر حصہ پر محاکمہ ممکن ہے اور ایک خاص مقدار کے بارے میں اس نتیجے تک پہنچا جا سکتا ہے کہ وہ من گھڑت ہے اور اسے ان شعرا سے منسوب کرنا درست نہیں ھو سکتا ۔

بعد ازاں اھلوارد (W. Ahlwardt) نے زیادہ گہری نظر سے اصل اور نقل کے اس مسئلے کا جائزہ لیا اور اس تحقیق کے ڈانڈے عربی فن تحریر اور مجموعی اعتبار سے تاریخ تدوین جیسے موضوعات سے ملائے ۔ اس نقطہ نظر کے مطابق جاھلی قصائد کے نظم کئے جانے اور ان کی تاریخ تدوین کے مابین ایک طویل مدت حائل ہے ۔ چنانچہ وہ ڈیڑھ سو برس یا اس سے زائد عرصے تک محض زبانی روایت میں رھے اور اس طرح ان میں غلطی بلکہ گھڑنت کی گنجائش پیدا ھو گئی ۔ اس ضمن میں اھلوارد نے راویان شعر کے کام کا موازنہ داستان گوؤں اور تاریخ نویسوں کے کام سے کیا ہے ۔ کیونکہ ان کی روایت زبانی ھی چلتی رھی تاآنکہ دوسری صدی ھجری کے وسط میں قدیم ورثے کی تدوین اور کتابی شکل میں اس کی حفاظت کی تحریک پیدا ھوئی اور اسی کے ذیل میں یہ روایات شعری بھی مدون ھو سکیں ۔

الغرض جاھلی شاعری کی ایک خاص مقدار کے بارے میں نلڈکے اور اھلوارد اپنے شکوک کو اسی بنیاد پر استوار کرتے ھیں کہ اس شاعری کی تدوین جلد عمل میں نہ آ سکی اور راویوں نے اسے چھ نسلوں تک زبانی روایت میں رکھا۔

یوروپین محققین کے ھاں اس تصور کی تصحیح کا آغاز مشہور مستشرق سپرنگر (A. Sprenger) کے ھاتھوں ھوا۔ سپرنگر نے انیسویں صدی کے نصف ثانی میں کئی تحقیقی مطالعے کر کے اس رائے کو غلط ثابت کیا کہ حدیث نبوی، تدوین کے بغیر محض زبانی روایت میں جاری رھی تھی۔ پھر میور (W. Muir) نے اس امر کے ثبوت فراھم کئے کہ قدیم عربی شاعری بہت قدیم دور میں بھی مدوّن کی جاتی رھی تھی اور اس کا نسل در نسل چلنا محض زبانی روایت کے وسیلے سے نہ تھا۔ پھر جب ولھاوزن (J. Wellhausen) نے اپنی کتاب ,,عرب جاھلیت کے آثار،، (Reste Arabischen Heidentums) میں تحریر کے مسئلہ پر بحث کی تو اس کا میلان نلڈکے اور اھلوارد کی رائے کی طرف نہ تھا جس کی رو سے شاعری اس قدر بعد کے زمانے میں آ کر مدوّن ھوئی تھی۔ ولھاوزن نے اپنی بات کے ثبوت میں کتاب الاغانی سے ماخوذ بعض عبارتیں پیش کی تھیں لیکن اس کی رائے کو مستشرقین کے ھاں قبولیت حاصل نہ ھو سکی۔ جیکب (G. Jakob) نے اس کے جواب میں جو کچھ لکھا غالباً اس کے زیر اثر ولھاوزن نے اپنی مذکورہ بالا کتاب کی دوسری اشاعت سے اپنی رائے اور اسکے شواھد حذف کر دیئے۔

یہ رائے کہ شعر کی تدوین دیر سے ھوئی، چلتی رھی۔ چنانچہ گولڈزیھر (I. Goldziher) اپنی تحقیقات میں جو گزشتہ صدی کی آخری دھائی میں شائع ھوئیں، اس خیال کو ترجیح دیتا ہے کہ جاھلی

شاعری کی بہم آوری کا کام خاندان اموی کے شہزادوں کے زیر اثر اور انہی کے عہد میں شروع ہوا - گولڈزیہر نے اس رائے کا اظہار جرمن زبان میں شائع ہونے والی اپنی تحقیقات میں بھی کیا اور ہنگری زبان میں عربی ادب پر اپنی مختصر کتاب میں بھی - اس کی رائے کے مطابق عرب طویل نظمیں نہیں لکھا کرتے تھے لہذا کئی نسلوں تک راویان شعر صرف زبانی ان کو منتقل کرتے رہے -

انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں تدوین کے مسئلے پر غالب نظریہ کسی حد تک نلڈکے اور اہلوارد کے شکوک سے تو آزاد تھا لیکن محققین علی العموم شعری میراث کی زبانی روایت ھی کے قائل تھے اور تدوین کے بارے میں یہی خیال تھا کہ اموی دور میں شروع ہوئی - اسی رائج الوقت رائے کا اظہار بروکلمان (C. Brockelmann) نے اپنی کتاب ,,تاریخ ادب عربی،، میں کیا - - بروکلمان یہ تو تسلیم کرتا ہے کہ جزیرہ عرب کے شمالی علاقوں میں اسلام سے کئی صدیاں پہلے ھی عربوں کو فن تحریر سے واقفیت حاصل تھی مگر اس بات کا انکار کرتا ہے کہ شاعری کے جو نمونے ہم تک پہنچے ھیں انہیں ان لوگوں نے مدون کیا تھا - اس کا یہی خیال ہے کہ تدوین کا یہ عمل بعد کے زمانے میں ہوا -

مارگولیتھ نے بھی اس مسئلے پر کئی تحقیقی مقالات لکھے - وہ ایک اعتبار سے دور جاهلیت میں ایک حد تک تدوین شعر کے وجود کا قائل ہے - لیکن قرآن کریم میں اسے عربوں کے ھاں قدیم مدوّن دستاویزات کے وجود کی نفی نظر آتی ہے - تمام بحث کا نتیجہ وہ یہ نکالتا ہے کہ جاهلیت سے منسوب جو شاعری ہم تک پہنچی ہے وہ بعد کے وقتوں میں اسلامی روح کے ساتھ نظم کی گئی - طہ حسین نے بھی جب اپنی کتاب ,,فی الشعر الجاھلی،، شائع کی تو انھی خطوط پر

قدم بڑھایا اور مصر میں زبردست بحث و جدال کی فضا پیدا کی۔بعد ازاں جب اپنی کتاب کو دوسری بارِ شائع کیا تو اپنی بعض آراء سے رجوع کر لیا ۔

لائل (Ch. Lyall) پہلا محقق تھا جس نے عربی ادب پاروں پر گہری تحقیق کر کے قدیم عربی شاعری پر اعتماد کو بحال کرنے کی کوشش کی ۔ تاہم اُس کی ترجیح بھی یہ تھی کہ جو جاھلی شاعری ہم تک پہنچی ہے اس کا بیشتر حصہ پہلی صدی ھجری کے نصف اول میں آ کر مدون ھوا ۔ اسی طرح کی رائے کرنکو (FR. krenkow) کی تھی جس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ عربوں نے بہت آغاز کے زمانے میں تدوین شعر کے لئے فن تحریر سے جو مدد لی وہ اس سے کہیں زیادہ بڑے پیمانے پر تھی کہ جس قدر بہت سے لوگ خیال کرتے ھیں ۔ اس رائے پر کرنکو کی دلیل یہ تھی کہ اختلاف متن کی بڑی تعداد کی بنیاد عربی رسم الخط کی نوعیت اور اس سے واقع ہونے والی تصحیف و تحریف پر ہے۔ اور ان باتوں کا سماع یا روایت زبانی کی اغلاط سے کوئی تعلق نہیں ۔

بعد ازاں اس مسئلے کے کئی پہلوؤں پر محققین میں اختلاف رائے چلتا رھا اور ظہور اسلام سے کچھ عرصہ قبل تدوین شعر میں استعمالِ تحریر کے سوال پر بڑی لے دے ھوئی ۔ یوروپین محققین کی کئی کوششیں سامنے آئیں جن میں لیوی ڈیلا ویڈا (G. Levi Della Vida) اور بلاشیر (R.Blachere) وغیرہ بعض مستشرقین سر فہرست ھیں ۔ پھر عربوں میں یوسف العش اور ناصر الدین الاسد کا نام آتا ہے ۔

یوسف العش نے اپنی کتاب ,,نشأۃ تدوین الادب العربی،، میں نئی آراء پیش کیں پھر ناصر الدین الاسد نے اپنی کتاب ,,مصادر الشعر الجاھلی،، لکھ کر اس موضوع کی تحقیق میں بڑا سنجیدہ حصہ لیا

اور اس مسئلے کے مختلف پہلوؤں کو زیر بحث لا کر شافی انداز سے مختلف آراء کو پرکھا جس سے واضح نتائج سامنے آئے۔

ان تحقیقی کاوشوں سے ہمارے سامنے جو تصور ابھرتا ہے وہ یہ ہے کہ قدیم عربی شاعری کی تدوین میں تحریر سے مدد لینے کا رواج موجود تھا اور شعراء کی ایک بڑی تعداد تحریر سے کام لیتی تھی۔ چنانچہ بعض شعراء خود اپنا کلام مدون کرتے تھے اور پھر اس کی کاٹ چھانٹ اور نوک پلک سنو ارنے میں لگے رہتے تھے۔ بعض اشعار بادشاھوں کے نام خطوط میں مدون شکل میں بھیجے جاتے تھے۔ پڑھنا لکھنا چونکہ صحرا نشین قبائل میں قابل فخر نہ تھا لہذا بعض شعراء اپنے شعر دوسروں کو املاء کراتے تھے اور اسی لئے بڑے شاعر کا کوئی راوی یا ایک سے زیادہ راوی ہوا کرتے تھے۔ بسا اوقات یہ راوی خود بھی شاعر ہوتے تھے۔ چنانچہ طه حسین نے شاعر راویوں کے ایک سلسلے کا ذکر کیا ہے جو اوس بن حجر، زھیر بن ابی سلمی، کعب بن زھیر، حطیئه، ھدبه بن خشرم ، جمیل بثینة اور کثیر عزة پر مشتمل ہے۔

جاھلیت میں روایت کا طریقه کیا تھا اس کے بارے میں واضح شہادتیں زیادہ نہیں ملتیں۔ لیکن اموی دور کی معلومات سے صاف پته چلتا ہے که راویانِ شعر اپنے شعراء کے کلام کی تدوین کیا کرتے تھے۔ ھم یه دعوی تو نہیں کر سکتے که جاھلیت کے تمام راوی اشعار مدون کرتے تھے۔ مگر دوسری طرف یه دعوی بھی غلط ہے که اگر زبانی روایت نه ھوتی تو جاھلی شاعری نابود ھو جاتی۔

صدر اسلام میں قدیم عربی شاعری کی روایت سے متعلق بہت سے واقعات مذکور ھیں ان سے بھی یه معلوم ھوتا ہے که تدوین کا رواج عام تھا۔ اور اس میں شک بھی نہیں که جاھلی شاعری اور اسکی روایت پر توجه خلفائے راشدین کے دور میں جاری رھی۔ اسی طرح

اموی دور کی بعض شہادتوں سے جاہلی شاعری کے بعض مدون مجموعوں کا سراغ ملتا ہے۔ چنانچہ فرزدق کے پاس دیوان لبید اور جاہلیت کے بعض اور دواوین موجود تھے۔ جہاں تک اس قصے کا تعلق ہے جس کے مطابق نعمان بن المنذر کے حکم سے شاعری کی تدوین کی گئی اور مختار ثقفی نے اس کو دریافت کیا* سو اس پر اہل تحقیق میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ جاہلیت اور صدر اسلام میں شاعری کی تدوین کا معاملہ انساب، امثال، اور حدیث نبوی کی تدوین سے مشابہ ہے۔

عربی دستاویزوں پر تحقیقی نگاہ ڈالنے سے یہ بات کھل کر ہمارے سامنے آئی کہ قدیم عربی شاعری کی تدوین ظہور اسلام کے بعد تین مرحلوں سے گذری:

پہلا مرحلہ

محدود پیمانے پر تحریر کو جاری رکھنا جس طرح دور جاہلیت سے چلا آتا تھا۔

دوسرا مرحلہ :

مدون شاعری اور زبانی متداول شاعری کو جمع کرنا۔

تیسرا مرحلہ :

علمائے لغت کی تالیفات میں شعری مجموعوں کی بہم آوری۔

شعر کے میدان میں یہ مراحل ، [مراحل تدوین حدیث] کے متوازی چلتے ہیں۔ چنانچہ پہلا مرحلہ ,,کتابت حدیث،، سے مشابہ ہے۔اور مدون اور زبانی روایت شعر کو یکجا کرنا ,,تدوین حدیث،، سے مماثلت رکھتا ہے جو دوسرا مرحلہ ہے۔ جبکہ دواوین کی صورت میں

---

* دیکھئے ابن جنّی، ابوعثمان، الخصائص مطبعة دارالکتب المصرية ۱۳۷۱ھ ۱۹۵۲ء ، ۱: ۳۸۷ (مترجم)

شعری مجموعوں کی تیاری ,,تبویب حدیث،، یعنی تیسرے مرحلے سے مشابہت رکھتی ہے۔

گمان غالب یہ ہے کہ شعر کے میدان میں دوسرا مرحلہ عہد بنی امیہ کی اولین دھائیوں میں شروع ہو چکا تھا۔ چنانچہ امیر معاویہ کے عہد میں اس میلان کا آغاز ہوتا ہے اور ہم اس دور میں عبیدبن شریہ کو یمن کے احوال اور اشعار و انساب پر کتاب تالیف کرتے ہوئے پاتے ہیں۔ اسی طرح زیاد بن ابیہ کو ,,کتاب المثالب،، اور یزید بن مفرغ الحمیری کو تُبّع کی سیرت اور اشعار جمع کرتے دیکھتے ہیں۔ الغرض جمع و تدوین کی یہ تحریک پہلی صدی ھجری کے اواخر اور دوسری صدی کے آغاز میں خاصی توانا تھی۔

علمائے لغت اور دواوین و مجموعہ ھائے شعری کے مولفین نے اس مرحلے [کے نتائج] پر بہت زیادہ انحصـــار کیا۔ فرزدق نے شعر سے دلچسپی باپ دادا سے پائی۔ جریر کو بھی اپنے دادا سے شاعری اور اس کی روایت کا ورثہ ملا۔ ذوالرمۃ الراعی کا راوی تھا۔ کمیت بھی شعر کی جیّد روایت کرتا تھا چنانچہ کہا جاتا ہے کہ شعر اور روایت شعر کے علم میں وہ حمّاد الراویہ پر فوقیت رکھتا تھا۔ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ ابو عمرو بن العلاء جیسے مشہور راوی اپنی روایات کا سلسلہ راوی شاعروں کی اسی نسل سے ملاتے ہیں۔

عہد اموی میں شعر کی بہم آوری کی تحریک زوروں پر تھی جس میں مورخین اور مفسرین نے بھی حصہ لیا۔ چنانچہ ثابت ہے کہ شعبی، قتادہ، زہری ، محمد بن السائب الکلبی اور عوانۃ بن الحکم عربی شاعری کا اعلی فہم رکھتے تھے۔

ان تمام مراحل میں زبانی روایت کا سلسلہ بھی تدوین کے پہلو بہ پہلو جاری تھا اور دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کرتے تھے۔ علم

حدیث میں طرق روایت کے مسئلہ پر ــ جو اصطلاحاً ,,تحمّل العلم،، سے موسوم ہےـــ تحقیق کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ شعر کے میدان میں صورت حال مختصراً یوں بیان کی جا سکتی ہے :

راوی اشعار کی روایت کرتا تھا جو تحریراً اس تک پہنچے ہوتے تھے ـ یا اس نے خود اُنھیں مدوّن کر رکھا ہوتا تھا ـ بسا اوقات یہ اشعار اسے مکمّل طور پر از بر بھی ہوتے تھے ـ اس طرح گویا احادیث کے راوی کی حیثیت راوی شعر کی حیثیت کے متوازی ہےـ یہ روایت محض زبانی نہیں ہوتی تھی بلکہ اس کا انحصار تحریری دستاویزوں پر بھی ہوتا تھا ـ یوں اُس رائے کی تصحیح ہو جاتی ہے جو اہلوارد نے قائم کی اور جس نے اسے قدیم عربی شاعری کی اصلیت کی طرف سے بدگمان کر دیا ـ

روایت شعر پر مدوّن تحریروں کا اثر مسلّم ہےـ اموی دور کی بہت سی دستاویزیں ہمارے سامنے ہیں جو اس کا ثبوت فراہم کرتی ہیں ـ چنانچہ حمّاد الراویة اپنی تحریروں سے مدد لیا کرتا تھا ـ اس پہلو سے تدوین حدیث اور تدوین شعر میں مماثلت پائی جاتی ہے کہ دونوں میں ایسی زبانی روایت پر اعتماد کیا جاتا تھا جسے تحریری دستاویزوں کی تائید حاصل ہوتی تھی ـ

تدوین حدیث اور تدوین شعر میں یہ فرق ضرور ہے کہ حدیث میں وہ اسناد بھی موجود ہوتا ہے جو مصادر کی نشاندھی کرتا ہے جبکہ شعر میں راویوں کی کڑیوں کا ذکر نظر انداز کر دیا جاتا ہےـ تاہم بعض دستاویزوں میں قصائد کے راویوں کا سلسلۂ اسناد بھی مذکور ہے جو جاہلی دور کے قدیم ترین راوی تک پہنچتا ہےـ

سلسلہ اسناد کے موجود ہونے اور نہ ہونے کا یہ فرق جو تدوین حدیث اور تدوین شعر کے مابین نظر آتا ہے اس کا سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ باعتبار زمانہ جاہلی شاعری حدیث نبوی سے قدیم ترہےـ

چونکه محض تحریر در تحریر شعری روایت جسے زبانی روایت کی توثیق حاصل نہ ہو کمزور اور عدم اطمینان کا سبب تصور کی جاتی تھی سو یہ پہلو [بھی] اخذ حدیث سے مشابہ ہے۔ بنابریں لازم ہے کہ حمّاد الراویۃ اور خلف الاحمر کے بارے میں بعض حکم جو لگتے چلے آ رہے ھیں ہم ان میں مناسب ترمیم کر لیں ۔ کیونکہ نلڈکے اور اہلوارد نے قدیم شاعری کے بارے میں اپنے شکوک کی بنیاد ھی اس امر پر قائم کی تھی کہ ان کے نزدیک حمّاد الراویۃ اور خلف الاحمر پر جعلی شعر گھڑنے کا الزام عائد ہوتا تھا ۔ سچی بات یہ ہے ان پر اس طرح کا حکم لگانا ناانصافی ہے ۔ کیونکہ اس میدان میں آخر یہی دو آدمی تو نہیں تھے ۔ قدیم شاعری کی پرکھ رکھنے والے اور بھی بہت لوگ تھے ۔ اور ایسی تحریری دستاویزیں موجود تھیں جن کے ہوتے ہوئے شعر میں جعل سازی کا امکان بہت محدود ہو جاتا ہے چنانچہ کچھ من گھڑت شاعری کا وجود یہ جواز پیدا نہیں کرتا کہ قدیم عربی شاعری کے سارے سرمائے کو مشکوک تصور کر لیا جائے ۔

★